

دور حاضر میں رزقِ حلال کے راستے میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل

Lawful and Legitimate Earning in Present Time: Hurdles and their Solution

* ڈاکٹر حافظ افتخار احمد

Abstract

Have you ever notion approximately the concept of earning in Islām? Or what role wealth performs in our lives and why we really need to earn cash? To some human beings' money might be a result from the exchange of price. In different words, what you're doing is of cost to someone and that is why you're paid for it. You would possibly get excited to recognize the cost you're turning in to human beings is making their lives higher; then you may be possibly extra inspired to enhance your get-wealthy ability and attempt to make greater and more money! This would be a great cause for someone to earn cash. However, all of us want cash to spend for certain motives e.g. food, clothing, safe haven, and many others.

All these things are considered 'رزق' in Islām. Muslims are conscious in this regard but now a day, a lot of things seem mixing because of the new system of dealings. In this paper, all the possible issues which have become hurdles in getting the Halāl Rizq (earning) are mentioned in detail and some suggestions and ways are pointed out to remove these barriers.

Key words: Halāl, Ḥarām, Rizq, Economics, Islām, Qur'ān, Sunnah

ابتدائے آفرینش سے ہی زندگی کے حوالے سے انسان کے سامنے دونقطہ نظر ہے ہیں: ۱۔ انسانی حیات کا آغاز ماں کی گود سے ہوتا ہے اور اختتام زمین کی گود پر، اسے زندگی کے 'مادی تصور' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ۲۔ دنیاوی زندگی ہی اصل زندگی نہیں؛ بلکہ اصل زندگی کا معمولی ساجزو ہے، اسے ہم زندگی کے 'مذہبی تصور' سے موسم کرتے ہیں۔ زندگی کے 'مادی تصور' میں انسان اُن ہی چیزوں کو اہمیت دیتا ہے، جن کی اُسے اس مادی زندگی میں ضرورت ہے۔ ان دنیاوی چیزوں میں اُس کے لیے 'معاش کا مسئلہ' سب سے اہم مسئلہ ہے۔

* چیز میں شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

زندگی کے 'مذہبی تصور'، میں انسان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع کرے۔¹ اسلام مادی ضروریات سے کنارہ کشی کی دعوت دیتا ہے نہ مادے و روح میں تفریق کا قائل ہے، اسلام کی یہ تعلیمات ہر گز نہیں کہ انھیں الگ الگ رکھ کر ان کو ترقی دی جائے؛ بلکہ وہ ایسی شاہراہِ متعین کرتا ہے، جس پر روح اور مادہ ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچ سکیں۔

زندگی کا یہی 'مذہبی تصور'، انسانیت کی صحیح تعمیر اور اُس کی مکمل ترقی کا ضمن ہے، اس نظامِ زندگی کا ایک ایک جزو اور ایک ایک حصہ اصل مقصد کا خادم ہے۔ میثاث اور اقتصاد بھی اس نظام کا ایک حصہ ہے، اسلام نے اقتصادی اور معاشری نظام کی تشکیل ایسے حکیمانہ انداز میں کی ہے کہ وہ انسان کے لیے تزکیہ نفس کا ایک فطری ذریعہ اور انسانیت کی ترقی کا ایک وسیلہ اور زینہ بن جائے۔

آج دنیا نے اسلام کو حن تدبیات کا سامنا ہے، ان میں سب سے بڑا چینچ دور جدید کی زبان اور دور جدید کے اسلوب میں قرآن مجید اور حدیث کو بیان کرنا ہے۔ آج زبان بدل چکی ہے، نئی اصطلاحات وضع ہو چکی ہیں اور زمانے کا انداز بدل گیا ہے، اس لیے آج کل کی زبان میں آج کل کے لوگوں تک قرآن و سنت کی تعلیم کو پہنچاناوارثان علم دین پر فرض عین کی حیثیت رکھتا ہے۔²

بگاڑ کے اسباب

علمِ معاشیات کو دیکھیں یا معاشری نظام کو، جب اس کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو نظام سرمایہ داری اور موجودہ معاشری و مالیاتی نظام کے بگاڑ کے پانچ بنیادی اسباب ہیں:

احترام اخلاقیات کا انکار

زندگی کی دنیاوی اور آخری، مذہبی اور غیر مذہبی، اخلاقی اور اخلاق سے عاری تقسیم ہی بگاڑ اور ناکامی کا پہلا اور اصل سبب ہے، جس کے نتیجے میں علمِ میثاث ہو، یا معاشری معاملات ہوں، حکومت کی کارکردگی ہو یا معاشری پالیسیوں کا بنانا ہو، ان کی بنیاد یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف مادی فلاح اور مادی کاپیانہ بھی پیداوار کی اضافت، دولت میں اضافہ، بلا خاطر اس کے کہ اس کی تقسیم منصفانہ ہے یا نہیں، اور یہ سارا کام بس فراءہمی اور طلب کے قوانین کے تحت ہونا چاہیے، اس کے لیے کوئی اخلاقی حدود، کوئی الہامی ہدایت، کوئی بالا تر ضابطہ نہیں۔ یہ سب سے پہلی خرابی ہے۔³

¹ مولانا محمد حافظ و مولانا سید مجتبی الحسن، سرمایہ دارانہ نظام - ایک تنقیدی جائزہ، کراچی ۲۰۰۶ء

² Don Peretz & Others, Islam - Legacy of the Past, Challenge of the Future, (New York: North River Press, 1984).

³ مفتی محمد تقی عثمانی، ہمارا معاشری نظام، (کراچی: مکتبہ ادارۃ المعارف)، ص: ۲۵

زندگی کی وحدت کو نظر انداز کرنا

دوسری خامی یہ ہے کہ انسانی زندگی کی وحدت کا تصور نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ دراصل انسانی زندگی بے شمار پہلوؤں کا مجموعہ ہے: روحانی، جسمانی، معاشرتی، تعلیمی، سیاسی، قانونی، نفسیاتی۔ یہاں بھی تخصص (Specialization) کے نام پر زندگی کی اس وحدت کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہے اور ہر علم نے کوشش کی ہے کہ زندگی کی پوری اکائی کو صرف اپنے محدود نقطے نظر سے دیکھے، اُس کی تعبیر کرے اور اُس کو بدلتے کی کوشش کرے۔ معاشریات میں بھی زندگی کے باقی تمام پہلو، خواہ ان کا تعلق نفسیات سے ہو، اخلاقیات سے ہو، سیاست سے ہو، معاشرت سے ہو، ادارات سے ہو، نظر انداز کیے گئے، نتیجہ تاکہ غیر فطری نظام بنا اور محض وہ لوگ جن کے ہاتھ میں مالی قوت تھی، جو ملکنا لوبھی پر حاوی تھے، وہ اس پورے نظام کے کرتادھرتا ہو گئے۔⁴

منڈی کی غیر منصفانہ اہمیت

تیسری خرابی منڈی اور مارکیٹ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت حاصل ہونا ہے۔ انسانی زندگی میں کیا آپ چاہیں، کیا آپ نہ چاہیں، کیا پسندیدہ ہے کیا پسندیدہ نہیں ہے، اس کا فیصلہ قیمتوں پر نہیں ہو سکتا۔ اس کا فیصلہ محض اس چیز پر نہیں ہو سکتا کہ کس کے پاس قوت خرید ہے اور وہ چیزوں کو خرید سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر مارکیٹ ایک اہم ادارہ ہے، جس سے انکار نہیں، مارکیٹ وسائل کو ترقی دینے اور Distribute کرنے کے لیے ایک موثر چیز ہے، لیکن اگر ہم صرف مارکیٹ کو ہر معاملہ طے کرنے کا کام سونپ دیں تو یہ زندگی کو بگاڑ دیتا ہے۔ تو تیسری نیادی خرابی یہ ہے کہ سماج کو محض معیشت اور معیشت کو محض مارکیٹ تک محدود کر دیا گیا ہے، اور پھر ساری پالیسی سازی، انفرادی اور اجتماعی سطح پر، اسی پر ہو رہی ہے۔

صلاحیت اور عدل میں عدم توازن

چوتھی خرابی یہ ہے صلاحیت اور عدل میں توازن برقرار نہیں رکھا گیا۔ بلاشبہ انسان کی معاشری زندگی میں کارکردگی، اہمیت، پیداواری صلاحیت اہم ہیں، جسے معاشریات کی اصطلاح میں Efficiency کہتے ہیں، لیکن Efficiency سب کچھ نہیں ہے۔ Efficiency کے ساتھ ساتھ عدل، انصاف، حقوق کی پاسداری اور اہمیت و صلاحیت کا ایسا استعمال کہ جس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ بہتر ہو سکے، ضروری ہے۔ محض دولت کی فراوانی مقصود نہ ہو، بلکہ تمام ابناۓ آدم کی خوشحالی مطلوب ہو۔

پیسے سے پیاس بانا

اس سلسلے میں پانچویں اور آخری چیز یہ تھی کہ مالیات کا اصل کام پیداوار کو، معاشری وسائل اور وسائل حیات کو مناسب

مقدار میں مرتب اور منظم کر کے مفید تر بنانا تھا۔ اب ترتیب الٹی ہو گئی ہے۔ اب اصل چیز دولت ہے؛ جائز و ناجائز کا لحاظ رکھے بغیر زیادہ سے زیادہ مال بنانا، خواہ وہ مالی و سائل حقیقی پیداوار میں اضافے سبب ہوں یا کمی کا باعث۔ تو بگاڑ کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ یہاں پیسے سے پیسے بتا ہے۔⁵

اسلام کا یہ ایک بڑا انقلابی تصور ہے کہ زر اور مالیات انسانی زندگی کے لیے بے حد ضروری ہے، لیکن زر سے زر پیدا نہیں ہوتا، محض مالیات سے مزید مالیات پیدا نہیں ہوتیں، مالیات سے فوائد پیدا ہوتے ہیں، اگر اس کو حقیقی پیداوار یا خدمات کو بڑھانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ قرآن نے ایک چھوٹے سے جملے میں اس پورے انقلابی اصول کو بیان کر دیا کہ **وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الِّبُوا**⁶ ”حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام“۔

ربا یہ ہے کہ مالیات سے مالیات پیدا ہوں، بلا لحاظ اس کے کہ یہ مالیات پیداواری عمل میں کوئی کردار ادا کریں یا نہ کریں۔ بیع یہ ہے کہ مالیات استعمال ہوں شے کو خریدنے، اسے پیدا کرنے، بنانے، اسے فروخت کرنے میں۔ اس طرح گویا اشیا اور خدمات کو جنم دینے سے مالیات اپنا اصل کردار ادا کرتی ہیں اور اس طرح سوسائٹی کے اندر اقدار کا اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ہے نیادی نظام۔ مغربی معیشت اور معاشیات دونوں نے آہستہ آہستہ زر اور مالیات کا تعلق، حقیقی معیشت، حقیقی پیداوار اور معاشرے میں اشیائے صرف اور خدمات کے فروغ اور فراوانی سے توڑ دیا۔

یہ پانچ نیادی خرابیاں ہیں جو کہ رزق حلال کے حصول میں نیادی رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب ہم اسلام کے معاشی نظام کا مطالعہ کرتے ہیں جس کی مدد سے ان خرابیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات

۱۔ وہ تمام وسائل جن پر انسان کا معاشی انحصار ہے، سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کی تخلیق ہیں۔ ارشادِ بانی ہے:

يَلِيوْمَا فِي السَّمُوْتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ⁷

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کے لیے ہے۔

۲۔ خالق کائنات، رازِ کائنات بھی وہی ہے جو تمام مخلوقات کو رزق دیتا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَامِنْ دَائِيَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَنِ اللَّهِ يَرْزُقُهَا⁸

⁵ صمدانی، مولانا عباز احمد، اسلامی بنکاری، ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، (کراچی: ادارہ اسلامیات) ص: ۲۳

⁶ البقرة: ۲۷۵

⁷ البقرة، ۲: ۲۸۳

⁸ هود: ۱۱

اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے، مگر (یہ کہ) اُس کا رزق اللہ (کے ذمہ کرم) پھر ہے۔

۳۔ اسلام کا معاشی نظام چند حدود و قیود کے ساتھ انسان کے انفرادی حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْنُنَا فِي الْأَرْضِ مَمْكُنٌ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجَنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ⁹

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کماں یوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔

۴۔ اسلام حق معيشت میں مساوات کا قائل ہے۔ اسبابِ معيشت میں ہر انسان کو فائدہ اٹھانے کا مساوی حق فراہم کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ مَكَنَّكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ¹⁰

اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں نمکن و تصرف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معيشت پیدا کیے، تم بہت ہی کم شکر بجا لاتے ہو۔

۵۔ جس طرح اسلام حق معيشت میں مساوات کا علم بردار ہے اور ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ اسبابِ معيشت سے فائدہ اٹھانے کا حق عطا کرتا ہے، اسی طرح حالات پیش نظر درجاتِ معيشت میں تفاوت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ اسلام میں معاشی مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ذی روح کونہ صرف دنیا میں جیسے کا حق حاصل ہو، بلکہ اس کو محنت اور ترقی کے کیساں موقع حاصل ہوں، تاکہ وہ معيشت کی بہتری میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس کا فیصلہ اس کی محنت، قابلیت اور کام کرنے کی صلاحیت پر رکھا گیا ہے؛ جتنا وہ کام کرے گا، اسی حساب سے معيشت میں اس کا درجہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاللَّهُ فَضَلَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ¹¹

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے (تاکہ وہ تحسین حکم انفاق کے ذریعے آزمائے)۔

اس کے پس منظر میں اُس آیت کو ذہن میں رکھنا ضروری ہو گا۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى¹²

اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے کوشش کی ہو گی (رہا فضل اس پر کسی کا حق نہیں، وہ

⁹ البقرة: ۲۶۷

¹⁰ الاعراف: ۷۱

¹¹ الحج: ۱۶

¹² النجم: ۳۹

محض اللہ کی عطا اور رضا ہے، جس پر جتنا چاہے کر دے۔)

اسلام میں دولت کامفتم

اسلام ایک دین ہے، جس کا نصب لعین ہے کہ انسان کو خالق کائنات کی مرضیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ بتائے اور اُس کی بخششی ہوئی تمام قتوں سے صحیح طور پر کام لے اور اس طرح دونوں جہان کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی اپنی زندگی کو خوشگوار اور بامرا دبنا سکے۔ چنانچہ اسلام مال و دولت کو زندگی کے قیام کا ذریعہ اور اللہ کا فضل قرار دیتا ہے اور اس کے کمانے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ¹³

اور اللہ کا فضل تلاش کرو!۔

اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام دولت کو اہمیت دیتے ہوئے اُسے اللہ کا فضل قرار دیتا ہے، اس کے حاصل کرنے اور اُس کی تقسیم کا نظام بھی اُس نے اُس کے شایان شان بنایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تمام انسانوں میں کسب معاش کی صلاحیتیں مساوی نہیں ہوتیں اور سب کے لیے حالات بھی سازگار نہیں ہوتے؛ اس لیے کچھ لوگوں کو ضرورت کے مطابق بھی معاش حاصل نہیں ہوتا اور ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو اپنی ضرورت کے مطابق ہی حاصل کر پاتا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہوتا ہے جو اپنی ضرورتوں سے بڑھ کر حاصل کر لیتا ہے۔ ایک اچھا اقتصادی اور معاشی نظام وہ ہوتا ہے، جو میش کے اختلاف کو اعتدال کے حدود سے متجاوزہ ہونے دے اور کسی طبقے کی محرومی جیسی صورت حال نہ پیدا ہونے دے کہ دوسرا طبقہ محرومی کی حالت میں مبتلا رہے۔

اکل حلال کی اہمیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نو (۹) سورتوں کی درج ذیل ۱۹ آیات میں اکل حلال کا حکم اپنی نعمتوں کا تفصیلی ذکر کیا۔

۱۔ سورۃ المقرۃ، آیات: ۱، ۷۸، ۱۷۲، المائدۃ: آیات: ۳، ۵، ۸۸، ۱۱۳، ۲۹، ۶۶، ۱۱۵، ط، آیت: ۸۸، الحج،

آیت: ۱۲، المؤمنون، آیت: ۵، ۲۲، ۳۵، ۲۷، ۳، اور ص آیت: ۱۲

اکل حرام سے اجتناب کا حکم

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سات سورتوں کی تیرہ (۱۳) آیات میں براہ است انسانوں کو اکل حرام سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔

مثلاً: سورۃ البقرۃ: ۱۸۸، سورۃ آل عمران: ۱۲۱، سورۃ النساء: ۳۰، ۲۹، ۳۱، سورۃ المائدۃ: ۳۲، ۶۳ اور ۸۷، سورۃ التوبہ:

۳۲، سورۃ الکھف: ۹۷، سورۃ النبیر: ۲۰

حرام خوری بھی دراصل قبولیتِ دعائیں بڑی رکاوٹ حیثیت رکھتا ہے۔ اکل حلال اور قبولیتِ دعا کا بڑا قریبی تعلق ہے جس کا کھانا حرام ہو، اُس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی اور فتن و فجور بھی اکل حلال میں رکاوٹ ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنا، قطع رحمی، فساد فی الارض، قتل، ظلم، تلبیس الحق بالحق، حق کا چھپانا، اتباع اشیطین، اکل حرام (جس کا ذکر سورۃ البقرۃ کی آیات: ۳، ۱۹، ۲۱۹، سورۃ المائدۃ کی آیات: ۳۰، ۴۰ اور سورۃ الانعام کی آیات: ۱۲۱، ۱۲۵ میں مفصل بیان ہوا ہے)۔ ریاکاری، حسد، بہتان، برائی کی اشاعت، تکبر، دین کا استہزا، اتباع الحلوی والنفس، امر بالمعروف و نبی عن المکرر سے اعراض، وغیرہ یہ تمام اور ان کے علاوہ دیگر تمام معاصی بھی قبولیتِ دعائیں مانع اور رکاوٹ بنتی ہیں۔

معاشی سرگرمیوں کی اہمیت کا ادراک

معاشی سرگرمیوں کے شمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُّ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيمًا^{۱۴}

اور احمدقوں کو تم اپنا (یا ان کا) مال سپرد نہ کرو، جنہیں اللہ نے تمہاری معيشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں معاشی سرگرمیوں کی اہمیت واضح نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے احسن طریقے سے نفع

مند مال کمانے کی تعریف فرمائی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”وَهُوَ مَالُ كَتْنَاهِي اِجْحَابٌ ہے جو کسی نیک و پارسا انسان کے پاس ہو۔“^{۱۵}

مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ انسانی حیات کی استواری میں مال و دولت بنیادی معاون

و مددگار ہوتے ہیں۔

مسئلہ معاش اور نیکی و بدی

آپ ﷺ نے مسئلہ معاش کو براہ راست انسانی زندگی میں نیکی اور بدی کا ایک فیصلہ کن عامل قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

^{۱۴} النساء: ۳

^{۱۵} بنیاری، الادب المفرد: ۱۱۲، بر قم: ۲۹۹

ممکن ہے غربت و افلas (کارڈ عمل) کفر کی حد تک پہنچ جائے۔¹⁶

اسی طرح آپ ﷺ نے زندگی کے اعتدال کو بھی معتدل معاشی سرگرمیوں سے مشروط قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

«مَا عَالَ مَنِ افْتَصَدَ»¹⁷ ”خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہے۔“

کسبِ معاش کی پابندی کا تصور

آپ ﷺ کے دیے ہوئے تصویرِ معیشت میں ہر شخص کو اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق فکر معاش اور کسب معاش کرنا لازم ہے۔ غفلت اور سستی کی اجازت قطعاً نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے رزق حلال کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ سنن الکبریٰ میں ہے:

طلبُ كسبِ الحلال فِي رِبْضَةٍ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ¹⁸ فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ رزق حلال کی تلاش ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہاتھ کی کمائی کو بہترین رزق قرار دیا ہے:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٌ¹⁹

اگر معاشرے کے افراد محنت سے پہلو ہی کرنے لگیں تو ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جہاں افراد، معاشرہ کی تخلیقی سرگرمیوں کے بجائے ناکارہ ہو جائیں گے اور ایسے افراد کو اسلامی معاشرہ کسی طور پر بھی قبول نہیں کرتا۔

تحارت کی اہمیت

اسلام نے تجارت کی بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ امین اور صادق تاجروں کے لیے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الثَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّنَ، وَالصَّدِيقِينَ، وَالشَّهِيدَاءِ²⁰

سچ اور امانت دار تاجر کا حشر نہیں، صدق یقون اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔

کسبِ معاش کے بغیر انفاق فی سبیل اللہ ممکن نہیں

قرآن کریم میں غریبوں، لاچاروں اور مستحقین پر خرچ کرنے کا حکم ہے، اسی کو انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ انفاق فی

16 یہقی، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، رقم: ۱۲:۹، رق: ۶۱۸۸

17 یہقی، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، رقم: ۸:۵۰۳، م۲۰۰۳: ۶۱۳۸

18 یہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۱۱، رقم: ۱۱۶۹۵

19 ابن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد، منند الامام، حدیث رافع بن خدیج، حدیث رقم: ۷۴۲۵۔

20 ترمذی، السنن، کتاب البیویع، باب ما جاء فی التجر، ۳:۳۵، رقم: ۱۲۰۹

سبیل اللہ کی یہ فضیلت اور مقام تب ہی میسر آئے گا جب افراد معاشرہ حتیٰ المقدور اپنی تمام ترقیاتیوں کو حصول رزق حلال کے لیے بروئے کار لائیں گے۔ کسب معيشت اور ”ابتعاد رزق“ کی اہمیت کو قرآن حکیم نے جا بجا بیان کیا ہے:

فَإِذَا فَضَيَّتِ الصَّلُوةُ فَأَنْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ²¹

پھر جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق حلال) تلاش کرنے لگو۔

اسی طرح ارشاد باری ہے:

وَأَنَّ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى²²

اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا، جس کی اُس نے کوشش کی ہو گی۔

مزدور کا خیال رکھنا

آج دنیا کا بڑا مسئلہ مزدور بنا ہوا ہے۔ انسانی دنیا میں بڑی تفریق مزدور کے حقوق کے حوالے سے پائی جاتی ہے۔ ایک طبقہ مزدور کو کلی حاکیت دیتا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ برابر مزدور کا استھان کرتا ہے۔ تاہم اسلام میں بہت واضح احکام ہیں۔ امام طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے، جسے علامہ ناصر البانی نے صحیح قرار دیا ہے:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ فَإِنَّ أَنَّ يَجْفَفَ عَرْقَهُ²³ مزدور کی مزدوری اُس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

اسے مزدور کے ساتھ حقیقی دلی ہمدردی کہتے ہیں۔

معنادی عاصمہ کو انفرادی معنادات پر ترجیح

سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ نے عامۃ الناس کے مفاد کو ذاتی و انفرادی مفاد پر ترجیح دی ہے، تاہم ذاتی حق و ملکیت کی کبھی نفی نہیں کی۔ قرآن حکیم نے جہاں بھی انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی ہے وہاں افراد معاشرہ کی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ ترغیب دی گئی ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلَّهِ سَائِلٌ وَالْمَحْرُومُ²⁴

اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا۔

²¹ الحجۃ: ۶۰: ۶۲

²² الحجۃ: ۵۳: ۳۹

²³ طبرانی، الحجۃ الصغیر، ۱: ۳۳، رقم: ۳۲

²⁴ الداریات: ۵: ۱۹

اسلام نے انفرادی حق و مفاد کو تسلیم کیا، تاہم کسی فرد یا جماعت کو اسلامی ریاست میں یہ حق نہیں دیا جاتا کہ وہ ایسے معاشری مفاد کے حقوق کا مالک بنے جو عامۃ الناس کے مفاد کے خلاف ہو۔ ضرورت پڑنے پر خود رسول ﷺ نے اجتماعی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دی ہے۔ اسلامی معاشرت کے اس زریں اصول کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ایض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مارب میں نمک کی جو جھیل تھی اس کو عطیہ کے طور پر مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ ایک شخص نے یہ دیکھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے نمک کا ہمیشہ جاری رہنے والا خزانہ کیوں اس کے حوالے کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی اصل حقیقت سے آگاہی کے بعد واپس لے لیا اور دینے سے انکار فرمادیا۔²⁵

حدیث مبارکہ سے یہ اصول وضع ہوتا ہے کہ مفاد عامہ کے معاملے میں اسلام کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے کئی مقامات پر مفاد عامہ کو ذاتی و مخصوص جماعت کے افراد پر ترجیح دی ہے۔

ارتکازِ دولت کی مذمت و ممانعت

رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے ارتکازِ دولت کی ہر شکل کی مذمت فرمائی ہے۔ اپنی آسانیش اور تسلیم کی خاطر مستحقین اور معاشرہ و ریاست کے مغلوق الحال لوگوں کی ضروریات کو مد نظر نہ رکھتے ہوئے دولت جمع کرنا ارتکاز مال کہلاتا ہے۔ شریعت نے اس طرح کے ناجائز ارتکاز مال کی کھلی ممانعت فرمائی ہے اور ارتکاز مال کے مرتكبین شدید عذاب کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنُونَ الْذَهَبَ وَالْفِيَضَةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَيْتَهُمْ يَعْذَابٌ أَلِيمٌ²⁶

سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرنے والوں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کو دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔ ارتکازِ دولت کی ممانعت اس لیے ہوئی کہ مال و دولت صرف مخصوص طبقات کے درمیان گردش نہ کرتا رہے، بلکہ معاشرے کے تمام افراد مستفید ہوں۔

درخت لگانا اور کھیتی باڑی کی افادیت و اہمیت

معاشرت میں کھیتی باڑی اور درختوں کی اہمیت و افادیت سے کوئی واقف نہیں ہے۔ درخت لگانا، کھیتی باڑی کرنا اسلام میں بہت عظمت اور افادیت کی بات ہے۔ اس سے جہاں انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہیں جانور بھی مستفید ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں روایت ہے:

²⁵ آبوداؤد، السنن، کتاب الخراج و الامارة والفيض، باب فی الرقطان الارضین، ۳:۳، رقم: ۳۰۶۳

²⁶ التوبیہ: ۹: ۳۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھتی بڑی کرتا ہے اور اس میں سے جانور یا انسان یا چوپائے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں تو یہ عمل اس (مؤمن) کے حق میں صدقہ بن جاتا ہے۔²⁷

خبر رزمینوں کا آباد کرنا

اسلام نے بخار ارضی اور بڑے بڑے بیابان علاقوں کو آباد کرنے اور کھتی بڑی کے قابل بنانے کے عمل کو بہت اہمیت دی ہے۔ بخرا اور مردہ زمینوں کو آباد کرنے پر اسلام نے اس کی حق ملکیت تسلیم کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا، وہ اُسی کی ملکیت ہو گی۔²⁸

حلال کی برکت اور حرام کی نحوس

يَأَيُّهَا النَّاسُ كُلُّكُمْ جَعَلَ اللَّهُ أَنْوَارَكُمْ فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَنْتَبِغُوا حُطُولَ الشَّيْطَنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَذُونٌ مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ
بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَآنَّ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ²⁹

اے لوگو! زمین کی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلاد شمن ہے۔ وہ تو تمھیں بدی اور بے حیائی کے کاموں کا حکم دے گا اور اس بات کا بھی تم اللہ کے ذمے وہ با تین لگاؤ جن کا تھیس علم نہیں ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ پہلی آیت مبارکہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے، اس میں سے کھاؤ، بشر طیکہ وہ شرعاً حلال اور طیب ہو، نہ تو فی نفس حرام ہو، جیسے مردار اور خنزیر اور مماؤ اہل بہ لیغیر اللہ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی اور کانام پکارا جائے اور ان جانوروں کے ذبح سے اس کی قربت مقصود ہو) اور نہ کسی امر عارضی سے اس میں حرمت آگئی ہو۔ جیسے غصب، چوری، رشت، سود کامال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے۔ اور شیطان کی پیروی ہر گز نہ کرو کہ جس کو چالا حرام کر لیا، جیسے توں کے نام کے ساند وغیرہ اور جس کو چالا حلال کر لیا جیسے و مماؤ اہل بہ لیغیر اللہ وغیرہ۔ وَآنَّ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ کے ذیل میں مولانا عثمانی فرماتے ہیں: ”یعنی مسئلے اور احکام شرعیہ اپنی طرف سے (نہ) بنالو، جیسا کہ بہت سے موقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گزر کر امور اعتماد یہ تک نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر، اپنی

27 مسلم، صحيح، کتاب المساقۃ، باب فضل الغرس والزرع، ۳: ۱۱۸۹، رقم: ۱۵۵۳

28 آبوداؤد، السنن، کتاب الخراج والإمارۃ والفيی، باب فیأخذ الجزیة، ۳: ۸۷، رقم: ۳۰۷۳

29 البقرۃ: ۱۲۸-۱۲۹

طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اور نصوص قطعیہ اور اقوال سلف کی تحریف اور تغییل کرتے ہیں۔³⁰

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ عیاض بن حمار کے حوالے سے ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میں نے اپنے بندوں کو جمال دیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے۔ (اسی حدیث میں آگے فرمایا گیا) میں نے اپنے بندوں کو دین خنیف (کفر و شرک سے بیزار اور اسلام کی طرف مائل دین) پر پیدا کیا۔ بعد میں شیاطین ان کے پاس آئے اور ان کو ان کے دین سے متعلق گمراہ کر کے رکھ دیا اور جو چیزیں میں نے اپنے بندوں کے لیے حلال کر رکھی تھیں، وہ ان پر حرام کر دیں۔³¹

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت (يَأَيُّهَا النَّاسُ كُلُّكُمْ... إِنَّ اللَّهَ كَعِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَرَبَّ رُبُوبِ الْمُلْكِ) سے روا ہے۔ حضرت سعد بن ابی و قاص رض کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مستجاب الدعوات بنے کی دعا فرمادیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا: ”اے سعد! اپنا کھانا پاکیزہ اور حلال رکھو۔ تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک (اس کی عبادات) قبول نہیں کی جاتیں۔ جس بندے کی نشوونما حرام اور سود کے مال سے ہوئی ہو، جہنم کی آگ اس کے زیادہ لاکت ہے۔³²

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا جو لمبے سفر میں پر آگندہ حال اور غبار آلود (ہوتا) ہے۔ اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعما گلتے ہوئے کہہ رہا ہو ”اے میرے رب! اے میرے رب!“ جب کہ (حقیقت حال یہ ہو کہ) اس کا کھانا، بینا اور اوڑھنا (سب) حرام ہے۔ اور حرام کی غذا اسے مل رہی ہو ساں حالت میں اس کی دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں؟“³³ دیکھا جائے تو آج اکثر ویژتزر زبانوں پر یہ شکوہ رہتا ہے کہ ”اتنی دعائیں مالگتے ہیں پھر بھی ہماری حالت تبدیل نہیں ہوتی“؛ حالاں کہ تھوڑے تدبر و تفکر سے کام لیا جائے تو ہمیں اپنے معاشرے اور ماحول میں کسی حلال کی فکر و سوچ ہی مفقود نظر آتی ہے الامام شاء اللہ۔ عمومی فضایہ بن چکنی ہے کہ خواہ شات کو ضروریات کا درجہ دے دیا گیا ہے؛ جب کہ انسانی خواہش تو بھر بے کنار کی مانند ہے۔ دنیا میں ہر آرزو اور تمنا پوری ہو جائے یہ ناممکن ہے۔ مسٹر ادیہ کہ ان لا محدود تمناؤں کو پورا کرنے کے لیے ہمارے درمیان ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ایک ہی خاندان میں شوہر کی خواہشیں الگ ہیں، بیوی کی الگ۔ اولاد کسی اور چیز کے حصول کی امیدیں لگائی بیٹھی ہے تو ماں باپ کسی دوسری فکر میں ہلکا نہ ہوئے جا رہے ہیں، مال جمع کیا جا رہا ہے۔ اس میں یہ نہیں

³⁰ تفسیر عثای: ص ۳۱

³¹ ابن کثیر: ۲۶۷/۱

³² ابن کثیر: ۲۶۷/۱

³³ مشکلۃ: ۲۳۱

دیکھا جاتا کہ ذریعہ آمدی حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز، طیب ہے یا خبیث، حدود شرع کے اندر ہے یا باہر۔ یہ بالکل وہی صورت حال ہے، جسے ہمارے پیارے نبی جناب رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو برس قبل بیان فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں انسان اس بات کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ وہ جو مال حاصل کر رہا ہے؛ حلال ہے یا حرام۔“³⁴

جب انسان اکل حلال کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ صبر و قناعت، زهد و ایثار اور جفا کشی کی جگہ حرص و ہوس اور عیش کو شی کو مطلع نظر بنالیتا ہے تو اللہ رب العزت کی طرف سے نازل ہونے والی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جس کے بعد کثرت بھی قلت محسوس ہونے لگتی ہے۔ ایسے شخص کو قارون کا خزانہ بھی مل جائے تو وہ اسے کم تر جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنے ناپاک مال میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ یہ حرام بینک بیلنس جب تک اس کی ملکیت میں پڑا رہتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی راہ ہموار کرتا رہتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں اس حوالے سے یوں ارشاد فرمایا: ”بندہ مال حرام کما کر (جب) اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح (جب وہ مال حرام اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو) اس میں اس کے لیے برکت پیدا نہیں کی جاتی۔ اور (اگر) اس مال حرام کو (ذیरہ کی نیت سے) اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے تو وہ اس کے لیے جہنم کا زاد را ہیں جاتا ہے۔ یاد کرو! اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں؛ بلکہ اچھائی سے برائی کو مٹاتے ہیں؛ کیوں کہ خبیث چیز خبیث کو نہیں ختم کر سکتی۔“³⁵

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نور اللہ مرقدہ مذکورہ حدیث مبارکہ کے آخری جملے کی تشریح میں لکھتے ہیں: حرام مال سے صدقہ اور انفاق گناہ ہے اور یہ اُس گناہ کو نہیں مٹا سکتا جو کسی حرام سے حاصل ہوا ہے۔³⁶

ا۔ السُّوءُ وَالْفَحْشَاءُ

آیت مبارکہ میں آنے والے ان دونوں لفظوں میں لغوی اعتبار سے کیا فرق ہے؟ اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفعی عثمانی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”سوء“ وہ چیز جس کو دیکھ کر عقائد شریف آدمی کو دکھ ہو۔ ”فحشاء“ بے حیائی کا کام۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس جگہ ”سوء“ سے مراد مطلق معصیت اور ”فحشاء“ سے مراد گناہ کبیرہ ہے۔³⁷

34 مکملۃ: ۲۳۱

35 مکملۃ: ۲۳۲

36 حاشیۃ مکملۃ: ۲۳۲

37 معارف القرآن: ۱/۳۱۱

۲۔ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ

شیطان کے امر اور حکم کرنے سے مراد دل میں وسوسہ ڈالنا ہے۔ جیسا حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کے بیٹے کے قلب میں ایک شیطانی الہام واشر ہوتا ہے اور دوسرا فرشتہ کی طرف سے۔ شیطانی وسوسے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ برے کام کرنے کے فوائد اور مصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں اور الہام فرشتہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ خیر اور نیکی پر انعام و فلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب مطمئن ہوتا ہے۔³⁸

۳۔ خطوط الشیطان

حضرت قادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی ہر نافرمانی **خطوط الشیطان** ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: ”اس سے مراد شیطانی وسوس ہیں“، ابو مجلز فرماتے ہیں: ”اس سے مقصود گناہ کی نذر ہے۔“ حضرت شعبی فرماتے ہیں: ”ایک آدمی نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا۔ حضرت مسروق نے اسے ایک مینڈھاذن حکم کرنے کا فتوی دیا اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان میں سے ہے۔“³⁹

۴۔ إِنَّهُ لَكُمْ عَلُوٌّ مُّمِيلٌ

یہاں ایک چھوٹا سا اشکال یہ ہے کہ زیر بحث آیت مبارکہ میں شیطان کو انسان کا کھلاڑ شمن کہا گیا ہے؛ لیکن دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكُمُ الظَّاغُونُ“، یعنی شیاطین کافروں کے دوست ہیں۔ ان دونوں باتوں میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے تفسیر مدارک کے مصنف رقم طراز ہیں: ”شیطان حقیقت میں تو انسان کا دشمن ہی ہے؛ لیکن ظاہراً دوست ہے۔ ظاہری طور پر وہ انسانوں کو اپنی دوستی دکھاتا ہے اور ان کے لیے بدی کے اعمال کو مزین آرائستہ کرتا ہے، فی الحقيقة اس طرح وہ ان کی تباہی و بر بادی کا سامان کر رہا ہوتا ہے۔“⁴⁰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حرام کا مال جمع کیا (کمایا) پھر اس سے صدقہ کر دیا تو اس کو صدقہ کا کوئی اجر نہیں ملے گا، بلکہ اس پر اس (حرام مال کمانے) کا و بال ہو گا۔⁴¹

حرام کھانا

اکثر افراد کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ انھوں نے مال کھانا سے کمایا ہے، کن ذرائع سے

38 معارف القرآن: ۱/۱

39 ابن کثیر: ۱/۲۶۷

40 مدارک: ۱/۹۷

41 صحیح الترغیب: ۷۵۲

حاصل کیا ہے، بلکہ ان کی اصل خواہش یہ ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ مال اکٹھا کیا جائے، چاہے وہ مال چوری کا ہو، یا رشوت کا ہو، یا کسی کا حق مار کر حاصل کیا گیا ہو، یا سود سے حاصل ہو، یا تینیں کامال ہو، یا زکوٰۃ کی رقم ہو یا جھوٹ، فریب اور دھوکے سے حاصل کیا گیا ہو، وغیرہ۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّهُ لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَمَّا نَبَتْ مِنْ سُبْحَتٍ.⁴²

حرام کمائی سے پروان چڑھنے والا جسم ہرگز جنت میں داخل نہ ہو گا۔

حرام کمائی کی بدولت دعائیں شرف قبولیت سے محروم رہتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کے درمیان ایک ایسے شخص کا نقشہ کھینچا جو طویل مسافت طے کر کے بیت اللہ کی زیارت کے لیے آیا۔ اس کے سر کے بال گرد و غبار سے آئے ہوئے تھے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

يَارِبِّ يَارِبِّ وَمَطْعُمُهُ حِرَامٌ وَمَشْرُبُهُ حِرَامٌ وَمَعْذِنُهُ حِرَامٌ فَأَنِّي يُسْتَجَابُ لِذِلِّكَ⁴³
اے میرے رب! اے میرے رب! حالاں کہ اُس کا کھانا حرام کا ہے، اُس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے
اور حرام مال سے غذا دیا گیا ہے، تو کہاں سے اس کی دعا قبول کی جائے گی!

دعا کی قبولیت کے لیے رزق حلال از حد ضروری ہے، بیت اللہ جیسے با برکت مقام میں اور حج جیسے عظیم موقع پر کوئی شخص خانہ کعبہ کے پر دے پکڑ پکڑ کر ہی کیوں نہ دعا کرے اس کی دعا اُس وقت تک قبول نہ ہو گی جب تک کہ اُس کا رزق حلال نہ ہو گا۔
آج کل ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ رزق حلال کا نہ ہونا بھی ہے۔

رشوت

آج کل حرام کمائی میں رشوت کا نام سرفہرست آتا ہے۔ اس کا چلن ایسا عام ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنے اپنے لوگوں کو یہ کہتے سن ہو گا کہ کیا کیا جائے آج کل رشوت کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔

وَلَا تُكُلُوا أَمْوَالَكُنَّمَ بَيْنَكُمْ إِلَيْنَا تُبْلِغُوا إِنَّمَا لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ إِلَّا ثِيمَ وَأَنْثُمْ
تَغْلِيمُونَ⁴⁴

آپس میں ایک دوسرے کامال ناجائز طریق سے مت کھاؤ نہ ہی اسے بطور رشوت حکام تک اس مقصد کے لیے

⁴² صحیح الترمذی للبلبندی: ۲۱،

⁴³ جامع العلوم والحكم لابن رجب: ۱/۲۶۳،

⁴⁴ البقرة: ۲۸۸

پہنچاؤ کہ کسی دوسرے کے مال سے تمھیں وہ مل جائے جس کے متعلق تم جانتے ہو کہ تم اس کے حق دار نہیں ہو۔ یہ حکم خداوندی کس قدر صاف اور واضح ہے۔ آج کون نہیں جانتا کہ رشوت حرام ہے، لیکن اس کے باوجود جانتے بوجھتے اس کا چلن عام ہو رہا ہے۔ حیرت ہے کہ سور کو حرام سمجھ کر اس سے محنت بہنے والے رشوت کامال کس طرح بلا غل و غش ہڑپ کرتے رہتے ہیں۔

میزان

قرآن کریم نے میزان کو بڑی اہمیت دی ہے۔ بنیادی طور پر اس نے کہا ہے کہ کارگ کائنات، میزان کے سہارے چل رہا ہے۔

فَلَا تُظْلِمُ نَفْسٌ شَيْئًا
وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْبَيْزَانَ⁴⁵

آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی تاکہ کسی شخص پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔ یہ ہے میزان کا بنیادی مقصد۔ میزان کے اس بنیادی مقصد کو سامنے رکھ کر، آپ کاروباری دنیا کی طرف آئیے۔ اس میں

عام حکم تو یہ دیا گیا ہے کہ:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ⁴⁶

خرید فروخت کی دنیا میں تو اس حکم سے عام مراد بھی ہو گی کہ ماپ تول کے پیمانے صحیح رکھو۔ لیکن بمنظور تعقیل دیکھنے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ جو کچھ کسی سے لو، یہ دیکھو کہ اسے اس کی قیمت کے مطابق چیز ملتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ماپ اور تول صحیح رکھنا تو ہر دکاندار کا انفرادی عمل ہو گا۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا کہ گاہک کو اس کی اداکردہ رقم کے مطابق چیز مل رہی ہے یا نہیں، کسی نظام کے تابع ہو گا، یعنی اشیائے سرف کی قیمتیں مقرر کرنا اس نظام کا فریضہ ہو گا۔ اسی میں یہ بات بھی شامل ہو گی کہ خریدار کو آمیزش کے بغیر مطلوبہ چیز ملے۔ یہ نہ ہو کہ قیمت تو دودھ کی ادا کرے اور ملے اسے دودھیا پانی (Milky Water) یا کپڑے کے ہر گز پر لکھا ہوا تو ہو Pure Wool اور ہواں میں Nylon کا مکپھر، اس قسم کی تجارت بھی حرام ہو گی۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ جس قوم کے کاروبار میں اس قسم کی خرابیاں پیدا ہو جائیں، وہ بہت جلد تباہ ہو جاتی ہیں۔ اسی کی شہادت میں اس نے قوم شعیب کی عبرت آموز داستان بیان کی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام ان سے بار بار کہتے تھے کہ:

فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءً هُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاجِهَا⁴⁷

⁴⁵ الرحمن: ۵۵

⁴⁶ الانبیاء: ۲۷

⁴⁷ الانعام: ۱۵۲

⁴⁸ الاعراف: ۸۵

تم ماپ اور قول کے پیانے صحیح رکھو، اور جو کچھ کسی سے لواس کے مطابق اسے چیزوں۔ اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرو۔ ایسا کرنامک میں فساد برپا کرنے کے مترادف ہو گا، جس کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خرید و فروخت کے غلط نظام کا نتیجہ پوری کی پوری قوم کی تباہی ہوتا ہے۔

محنت کامعاوضہ

قرآن کریم کی رو سے سب سے اہم سوال محنت کش کی محنت کے معاوضہ کا ہے۔ اگر اس کو محنت کا پورا پورا معاوضہ نہ دیا جائے تو جو کچھ اس میں سے غصب کر لیا جائے، وہ حلال نہیں ہو گا، حرام ہو جائے گا۔ اس نے صاحب ضرب کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آویزش کے سلسلہ میں کہا ہے کہ فرعون دوسروں کی محنت غصب کر لیتا تھا۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ اس کے مبنی پر ظلم نظام کو الٹ کر اس کی جگہ نظام خداوندی قائم کریں۔

*لِتُتْجَزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَشَعَّ*⁴⁹

تاکہ ہر ایک کو اس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ مل سکے۔

*فَلَا يَنْجَأُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا*⁵⁰

اور کسی کو یہ خطرہ نہ رہے کہ اس کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو گی اور اس کی محنت کے معاوضہ کو ہضم کر لیا جائے گا۔

کام چوری

قرآن کریم جہاں آجر کو اس کی تاکید کرتا ہے کہ وہ مستاجر کی محنت کو غصب نہ کرے، وہاں وہ مستاجر (مزدور) سے بھی کہتا ہے کہ وہ اپنی محنت کامعاوضہ لینے کا حقدار ہے۔ اگر محنت کیے بغیر معاوضے کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ کمالی بھی حلال نہیں ہو گی: لیست *لِلإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى*⁵¹ اس کا نیادی اصول ہے۔ یعنی انسان صرف اپنی محنت کے معاوضہ کا حقدار ہے۔ کام چور کی کمالی، حلال کی کمالی نہیں کہلا سکتی۔

ماسبق میں جو کچھ آجر اور مستاجر کے متعلق کہا گیا ہے، اس کا اطلاق ملازمت پیشہ حضرات پر بھی یکساں ہوتا ہے۔ وہ بھی اجرت ہی پر کام کرتے ہیں جسے تنخواہ کہا جاتا ہے۔

⁴⁹ ط ۲۰:۱۵

⁵⁰ ط ۲۰:۱۱۲

⁵¹ نجم ۵:۳۹

تطفیف

قرآن کریم کی ایک سورۃ کا عنوان ہے: اتطفیف، جس کے لغوی معنی ہیں: پیالے کو پورا پورا نہ بھرنا، اُس میں کچھ کی کر دینا۔ نیز اس کے معنی ہوتے ہیں: 'اوْنَتِی' کے پاؤں اس طرح باندھ دینا کہ وہ پوری رفتار سے نہ چل سکے، ایسا کرنے والے کون لوگ ہوتے ہیں اور ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اسے قرآن کریم نے خود ہی واضح کر دیا:

وَيَلِ الْمُطْفَيْفِينَ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَلُوا عَنِ النَّاسِ يَسْتَوْفِفُونَ وَإِذَا أَكْلُوْهُمْ آوَرَزَنُوْهُمْ يُخْبِرُونَ⁵²

تطفیف کی ذہنیت اور روشن اختیار کرنے والے تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ہیں کہ جب دوسروں سے اپنے واجبات وغیرہ لیتے ہیں تو پورے پورے لیتے ہیں، ذرا نہیں چھوڑتے، لیکن جب دوسروں کے واجبات اور حقوق دیتے ہیں تو ڈنڈی مار جاتے ہیں۔

خیانت

قرآن کریم نے اُن معاملات کا بھی ذکر کیا ہے جن میں ایک ہی شخص ملوث ہوتا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَنْهَوْنُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَنَهَوْنُوا أَمْنِتُكُمْ⁵³

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے پیغمبر سے خیانت کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

امانت صرف وہی نہیں ہے ایک شخص کی دوسرے شخص کے پاس بغرض حفاظت رکھو۔ اس میں وہ تمام روپیہ یا مال و اسباب وغیرہ شامل ہے جو حکومت، یا کوئی ادارہ یا فرم اپنے کسی ذمہ دار افسر کو کسی پراجیکٹ کی تکمیل کے لیے دیتی ہے۔ یا جو روپیہ پیسہ دیسے ہی اس کی تحویل میں رہتا ہے۔ جیسے خزانچی یا بنک کے افسر۔ اس روپیہ میں کسی قسم کی بد دیانتی اور خیانت بدترین جرم ہے۔ اس قسم کی کمائی یکسر حرام ہے۔

حلال اور حرام کمائی کے ضمن میں جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس کا حصل یہ ہے کہ رزق حلال وہ ہے جو ان طریقوں سے حاصل کیا جائے جنہیں قرآن کریم جائز قرار دیتا ہے۔ اسے وہ حق کہہ کر پکارتا ہے اور رزق حرام وہ ہے جو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے، اسے وہ باطل کہتا ہے۔

⁵² المطففين ۳-۱: ۸۳

⁵³ الانفال ۸: ۲۷

حاصِل کلام

حلت و حرمت انسانی ذہن کی اختراع نہیں؛ بلکہ یہ خالصتاً وحی پر مبنی ہے۔ شریعت مطہرہ جس امر کو حلال بتاتے وہ طیب و ظاہر اور جسے حرام قرار دے وہ ممنوع و ناجائز ہے۔ جو کوئی شریعت کے معاملے میں عقل پرستی سے کام لے گا وہ شیطان کے راستے پر ہے۔ حیات مستعار میں کسب معاش اور شکم پروری کے لیے پاکیزہ کمانی کے اس باب ڈھونڈنے اور اختیار کرنے چاہئیں۔ حرام خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے پر ہیز کرنا چاہیے؛ کیوں کہ صرف اور صرف طیب غذاء معاشرہ سدھار کی طرف جاتا ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، برکات نصیب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام کے لئے سے محفوظ اور حلال کی قدر و منزرات نصیب فرمائے۔ آئین اسلام کا یہی انقلابی نظام معاش ہے جو ظہور اسلام کے بعد دنیا میں رانج ہوا، پوری شان کے ساتھ تیرہ صد یوں تک چلا۔ اس نظام کے زمانے میں انسانوں کو کبھی بھی کوئی بڑا معاشی بحران پیش نہیں آیا۔ تمام لوگوں کے درمیان دولت کی تقسیم اور اس کا توازن قائم رہا۔ مختلف اسلامی حکومتوں کے زمانے میں عوام انسان کی معاشی فارغ البابی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ مسلمان ملکوں کی معاشی بہتری اور دولت کی ریلیں پیلیں ہی وہ وجہ ہے جس کی بنیاد پر مشرق کے اسلامی ممالک مغرب کے سرمایہ دار اور استعماری ملکوں کا نشانہ بننے اور آج بھی وہ اس سے نجات نہیں پاسکے ہیں۔

اسلامی نظام میں ہر ملک اور خطہ کے لوگوں کو مقامی سطح پر معاش اور رزق کے ذرائع مہیا تھے اور انھیں اس کے لیے نقل مکانی کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی؛ لیکن آج دنیا میں سب سے زیادہ نقل مکانی معاشی ضرورتوں کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور لاکھوں افراد ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے ہیں۔ بے جامعاشی ضروریات کی وجہ سے لوگ زندگی کے حقیقی آرام سے محروم اور عیش و عشرت کے سامانوں کی کثرت کے باوجود ذہنی سکون کی دولت سے نا آشنا ہیں۔

مغربی نظام نے لوگوں کے دلوں میں دولت کی بے جا ہوس پیدا کر رکھی ہے اور یہ نظام دنیا کی چمک دمک دکھا کر لوگوں کو ہر جائز و ناجائز ذرائع سے دولت کمانے پر اکسار ہاہے۔ مغرب نے مشین ایجاد کر کے ملک کے مال دار ایک معمولی طبقے کو ساری دولت کا مالک بنادیا اور بقیہ پورے معاشرے کو اُس کا نوکر۔ ایک شخص جس کے پاس بے انتہا دولت ہے، وہ فیکٹری لگاتا ہے اور پوری قوم اس کے یہاں نوکری کرتی ہے۔ عوام انسان اپنی محنت سے جو سامان تیار کرتے ہیں، اس کے منافع کا بڑا حصہ خود ایک مالک کے ہاتھ چلا جاتا ہے اور اُس کا ایک معمولی ٹکڑا معاشرے کے ایک بڑے حصے میں تقسیم ہوتا ہے جو اس کی محنت کا عشرہ عشرہ بھی نہیں ہوتا۔

اسلامی معاشرے میں عام پبلک اور حکمرانوں کے درمیان سیاسی اختیارات کے سوا اور کسی حیثیت سے کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ ایک عام شخص کے جو شہری حقوق ہوتے تھے، وہی بڑے سے بڑے عہدے دار کے ہوتے۔ سرکاری خزانوں سے

وزیروں اور گورنزوں کو اتنا ہی حصہ ملت جتنا عام شہریوں کو۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کی دولت معاشرہ کے تمام افراد تک یکساں پہنچتی تھی اور ہر طرف خوش حالی کا دور دورہ تھا؛ چنانچہ عرب میں یہ حال پیدا ہو گیا کہ شہروں میں لوگ صدقات کی رقیبیں لیے پھرتے تھے اور کوئی اسے لینے والا نہیں ملتا تھا۔

سیرت رسول اور احادیث مبارکہ کے عین مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آپ ﷺ کی معاشی و اقتصادی زندگی اور تعلیمات اور بنیادی تصورات اپنے معنی و مفہوم اور روح کے لحاظ سے پوری انسانی دنیا میں انفرادیت کے حامل ہیں۔ یہ وہ نظام ہے جو دیگر معاشری نظاموں سے ممتاز ہے اور نافذ العمل بھی ہے اور انسانیت کی فلاج و بہبود کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی یہی معاشی و اقتصادی تعلیمات ہیں۔ یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ ایسے بنیادی ڈھانچے کے قیام میں حقیقی رکاوٹ وہ سماجی اور معاشری نا انصافیاں ہیں جو جاگیر دارانہ، سرمایہ دارانہ اور کمیونزم و اشتراکیت کے نظام کی خصوصیات ہیں اور جنہوں نے انسانی سماجی زندگی میں دولت کے غلط و بے جا ارتکاز، اور اسی طرح جائز حق ملکیت سے محرومی اور فرد کی پیداواری قوت کی لوٹ کھوٹ کی شکل میں سر اٹھا رکھا ہے اور جو وہ سچی پیمانے پر بد دینتی، بد دلی اور مایوسی پیدا کر رہی ہیں۔ مگر آپ کے عطا کردہ معاشری اصولوں اور رہنمائی کے مطابق اصل رزق اور حق معاش میں سب انسان برابر ہیں۔

